صداے بازگشت

یہ کالم ایک "صلاے عام ہے یارانِ نکتہ داں کے لیے"۔ اس کے تحت علمی، فکری، تنقیدی اور تجزیاتی مراسلات کو ترجیح دی جائے گی۔

سخن گفتن چہ مشکل بود

حضرت علامہ مبارک حسین مصباحی صاحب-السلام علیکم

رات کی ڈاک میں ماہ نامہ اشرفیہ مبارک پور دسمبر ۲۰۰۹ء کے دو پیکٹ علاحدہ علاحدہ ملے، آپ کی یادیں رجال الغیب بن کر آئیں اور مجھے تین بجے سحری کے وقت بیدار کر دیا کہ

ع: مبارک گرفت آستینم کہ قم

سارا رسالہ پڑھ گیا، آپ کو یاد کرتا گیا۔ "مبارک پور سے برکات نگر تک" پڑھا۔ یہ آپ کا اداریہ بھی تھا اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے مرشد خانہ، خانقاہ برکاتیہ مارہرہ مطہرہ کے عرسِ برکاتی کی تقریبات کی داستان بھی تھی۔ آپ ہندوستان کے علماے کرام کا ایک قافلہ لے کر پہنچے اور وہاں کے روز و شب کے مشاہدات لکھتے گئے، مجھے یوں محسوس ہوا کہ آپ اس قافلہ میں مجھے بھی ساتھ لیے پھرتے ہیں اور جلیل القدر علماے اہلِ سنت سے تعارف کرا رہے ہیں، پھر ان کی تقاریر، بیانات، خطابات آپ کے ساتھ بیٹھے سن رہا ہوں۔ ان حضرات میں سے بہت سے چہرے میرے دیکھے ہوئے ہیں، بعض کے قلمی چہرے سامنے آرہے ہیں اور بعض کا آپ تعارف کرا رہے ہیں۔ میں ساری باتیں سنتا رہا مگر

ع: سخن گفتن چہ مشکل بود، شب جائے کہ من بودم

اللہ آپ کو خوش رکھے، جامعہ اشرفیہ کی علمی مجالس اور دوسرے مضامین پسند آئے۔ آپ نے میرا مضمون "حضرت خضر علیہ السلام بزرگانِ دین سے ملاقاتیں کرتے ہیں" بھی شائع کر دیا اور میں یوں پڑھتا گیا جیسے یہ میرا تازہ مضمون ہے۔ پڑھتے پڑھتے لطف آگیا۔ آپ نے اس قندِ مکرر کو "گلِ تازہ" بنا کر شائع کیا۔

مجھے آپ کی تازہ تصنیف "شہرِ خموشاں کے چراغ" کا اشتیاق ہے، ابھی تک نہیں پڑھ سکا۔ پاکستان میں اسے کسی دوست کے پاس نہیں دیکھا اور اس طرح محروم رہا۔

اشرفیہ پر اب ڈاک والوں نے بڑے ٹکٹ لگوانے شروع کر دیے ہیں، اس طرح اشرفیہ بڑا گراں پڑتا ہے۔

آپ کی خدمت میں "جہانِ رضا" دسمبر کے چند شمارے ارسال کر رہا ہوں۔ ایک تفسیر "کنز العرفان" کی دو جلدیں ہدیہ کر رہا ہوں۔ یہ نزولی ترتیب سے مرتب کی گئی ہے اور صرف اردو میں، ایک نظر دیکھ لیں ورنہ آپ کی ذاتی لائبریری کا ہدیہ ہے۔

میرا دل چاہتا ہے کہ میری ساری کتابیں جو میرے احباب نے میری علمی خدمات پر لکھی ہیں آپ کے مطالعہ خانہ میں موجود ہوں۔ والسلام بالوف الاحترام

پیرزادہ اقبال احمد فاروقی، لاہور، پاکستان

گجرات کے بزرگوں کی خدمات کو منظرِ عام پر لایا جائے

مدیرِ محترم ماہ نامہ اشرفیہ سلام مسنون

طویل انتظار کے بعد نومبر ۲۰۰۹ء کے شمارے کی زیارت دار العلوم حبیبیہ کوڑینار شریف گجرات کی لائبریری میں ہوئی۔ اداریے میں آپ نے مرکزی مدرسہ بورڈ کے تعلق سے علماے دیوبند کے سخت رویے اور ان کی موہوم مخالفتوں کے مضمرات پر نہایت بے باکانہ گفتگو کی ہے۔ اداریے کے مطالعے کے بعد علماے دیوبند کی مخالفتوں کا اصل سبب بھی سمجھ میں آگیا۔ فکرِ امروز کے کالم میں مولانا اسحاق رضوی مصباحی کی مجلس شوریٰ کی رپورٹ پسند آئی، انھوں نے باتوں باتوں میں بڑے قیمتی نکات ذکر کر دیے ہیں۔

عید الاضحیٰ کی تعطیل میں گجرات کے سفر کا اتفاق ہوا، وہاں کی متعدد خانقاہوں اور تاریخی مقامات پر حاضری ہوئی۔ گجرات سے مسلمانوں کا رشتہ نہایت قدیم ہے، خصوصاً گجرات کے ساحلی علاقے بے شمار اسلامی مجاہدین اور شہداے کرام کی آرام گاہیں ہیں۔ ضلع جوناگڑھ میں ویراول سے متصل پاٹن کا علاقہ ہے۔ اسی آبادی میں لبِ دریا سوم ناتھ کا مندر بھی ہے جسے ایک زمانہ میں حضرت محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتح کیا تھا۔ یہیں حضرت حاجی ابوالحسن عراقی رحمۃ اللہ علیہ بھی آرام فرما ہیں جو سلطان الہند خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ سے قبل دین کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر ہندوستان تشریف لائے تھے۔

اسی بابرکت زمین میں جعفر و مظفر کے نام سے معروف دو جلیل القدر بزرگوں کے مزارات بھی ہیں۔ بزرگوں کے بیان کے مطابق یہ دونوں حضرات سگے بھائی اور حضرت محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کی فوج کے جاں باز سپاہی تھے۔ یہ پورا علاقہ بزرگوں کے مزارات کا مرکز اور تاریخی اعتبار سے نہایت اہمیت کا حامل ہے۔

لیکن افسوس! اب لوگوں کی زبانوں پر صرف ان بزرگوں کے نام رہ گئے ہیں، ان کے حالات، ان کی خدمات کو بتانے والا کوئی نہیں۔ عقیدت مند ان کی بارگاہوں میں حاضری دیتے ہیں اور اپنے دامن کو مُرادوں سے بھر کر واپس ہو جاتے ہیں۔

ضلع جونا گڑھ ہی میں کوڑینار شریف ایک مشہور خطہ ہے جہاں سیدی سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کی نویں پشت کے بزرگ حضرت سید رزق اللہ شاہ رحمۃ اللہ علیہ آرام فرما ہیں۔ ان کا خانوادہ اب بھی یہاں آباد ہے۔ انھیں کے نام سے منسوب یہاں ایک دینی تعلیمی ادارہ دار العلوم فیضان رزق اللہ قائم ہے۔ بقول مولانا شکیل احمد مصباحی استاذ دارالعلوم حبیبیہ کوڑینار شریف آپ کے حالات پر مشتمل ایک فارسی رسالہ بھی ہے جو خانوادے کے کسی بزرگ کے پاس محفوظ ہے۔ اس رسالے کا اردو ترجمہ شائع ہونا چاہیے تاکہ آپ کی حیاتِ مبارکہ کے مختلف گوشے قوم کے سامنے آسکیں۔

گجرات کا مشہور تفریحی علاقہ ڈیو (Diu) جو مرکز کے زیرِ انتظام ہے، یہاں بھی متعدد بزرگانِ دین آرام فرما ہیں، خصوصاً حضرت بالم شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا مزار پر انوار یہاں کے سنیوں کا مرکز ہے۔ روزانہ ہزاروں عقیدت مند آپ کے آستانے پر حاضر ہو کر فیوض و برکات سے مستفید ہوتے ہیں۔

ان جلیل القدر بزرگانِ دین کی خدمات کو منظرِ عام پر لانا اور ان کی حیاتِ مقدسہ کے روشن پہلوؤں کو قوم تک پہنچانا ہم سبھوں کی مشترکہ ذمے داری ہے۔ خصوصاً گجرات سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام کی خصوصی توجہ کی ضرورت ہے۔ انفرادی طور پر یہ کام نہایت مشکل ہوگا۔ اس کے لیے باضابطہ اکیڈمی کی ضرورت ہے جس کے تحت فعال افراد کی ایک مضبوط ٹیم ہو جسے ہر طرح کی سہولتیں فراہم کی جائیں اور متعلقہ افراد کو فکرِ معاش سے بے نیاز کر کے اس اہم کام پر مامور کر دیا جائے۔ ظاہر ہے اس کام کے لیے افراد کے ساتھ ساتھ فنڈ کی ضرورت ہوگی لیکن مجھے امید ہے کہ گجرات کے خوش عقیدہ مسلمان اپنے بزرگوں کے نقوشِ حیات کی حفاظت اور تہذیب و ثقافت کی بقا کے لیے اس کارِ خیر میں دل کھول کر حصہ لیں گے، بس ضرورت ہے پیش قدمی کی، اسباب خوب بخود میسر ہوتے جائیں گے۔ واللہ الموفق والمعین فقط

محمد ساجد رضا مصباحی، جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا

جیسی کرنی ویسی بھرنی

جناب ایڈیٹر صاحب سلام مسنون

دسمبر کا شمارہ دیدہ زیب سرورق کے ساتھ نظر نواز ہوا۔ ”مبارک پور سے برکات نگر تک“ اداریہ پسند آیا۔ یہ دور جس میں اعراس کی معنویت اور روحانیت کا گراف دن بدن گھٹتا جا رہا ہے، عرس کے نام پر عقیدت مندوں کو لوٹا جا رہا ہے اور ان کے مال پر ہاتھ صاف کر کے اپنی جیب گرم کی جا رہی ہے۔ ایسے دور میں خانقاہِ برکاتیہ نے ایک انفرادی مثال قائم کی ہے۔ افراط و تفریط سے ہٹ کر شریعت کے دائرے میں عرس تو ہوتا ہی ہے، ساتھ ساتھ مسلمانوں کی ترقی اور روشن مستقبل کے لیے بھی لائحہ عمل تیار کیا جاتا ہے۔ اسے قابلِ تقلید پیش رفت کہا جاسکتا ہے۔

تعلیم ایک اہم مسئلہ ہے۔ اس میدان میں مسلمان دوسری قوموں سے پچھڑے ہوئے ہیں۔ اس کا اصل سبب مسلمانوں کی معاشی کمزوری ہے۔ ایک غریب مسلمان جو کہ شب و روز کی محنت و مشقت کے بعد بمشکل اپنے بال بچوں کی روزی روٹی کا انتظام کرتا ہے۔ ایسے میں کثیر اخراجات والے یونیورسٹیز میں اپنے بچوں کی اعلیٰ تعلیم کے بارے میں سوچ بھی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ خانقاہِ برکاتیہ کا سایہ ہمیشہ ہمارے سروں پر رکھے، جہاں سے آسمان چھوتی مہنگائی کے اس دور میں بھی غریب، نادار اور مفلوک الحال بچوں کی مفت تعلیم کا اعلان کر دیا گیا ہے، جو نہ جانے کتنے غریب بچوں کے خواب کو شرمندۂ تعبیر کرے گا۔

مسائل و مباحث کے کالم میں ”مرکزی مدرسہ بورڈ“ کے سلگتے ہوئے مسئلہ کو زیرِ بحث لایا گیا ہے۔ اس وقت ہندوستان میں اس تعلق سے بڑی افراتفری اور گہما گہمی کا سماں بندھا ہوا ہے۔ کوئی مخالفت میں قلم کا سارا زور صرف کر رہا ہے تو کوئی موافقت میں قلم کی جولانی دکھا رہا ہے۔ اس کالم میں شائع شدہ تحریروں کے مطالعے سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ علمائے اہلِ سنت اس سلسلے میں مثبت موقف رکھتے ہیں اور بہار، بنگال میں جس طرح مدارس ایڈ ہو رہے ہیں

اسے خوش آئند پہلو تصور کیا جارہا ہے۔ مگر مولانا محمد اسحاق مصباحی صاحب اسے شیطانی مکر وفریب بتارہے ہیں۔ اپنے مضمون ”ابلیس کی مجلسِ شوریٰ کا دوسرا اجلاس“ کی آخری قسط میں ابلیس کے ناپاک منصوبوں کی ترجمانی کرتے ہوئے لکھتے ہیں: ”تمام مدارس کو حکومت کے کنٹرول میں کرنا ضروری ہے تاکہ تمام دنیا میں ان کا حال بنگال و بہار کے سرکاری مدارس کا سا ہو جائے۔“

اس کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ بہار و بنگال کے مدارس میں جو تعلیمی انحطاط آیا ہے وہ ان مدارس کے ایڈ اور حکومت سے الحاق کی بنیاد پر ہے۔ مولانا موصوف کا یہ خیال زمینی حقائق سے بعید معلوم ہوتا ہے۔ کافی عرصہ بعد مولانا نثار احمد مصباحی اپنی نگارشات لے کر بزمِ اشرفیہ میں حاضر ہوئے ہیں اور امام عبد القاہر جرجانی علیہ الرحمہ کے عقیدے کے تعلق سے امام النحو علیہ الرحمہ کے موقف پر اظہارِ خیال فرمایا ہے۔ کسی بھی معروف شخصیت کے اختیار کردہ موقف کے خلاف قلم اٹھانا ایک چیلنج بھرا کام ہے۔ اس دور میں تو یہ کام کرنا اپنی سنیت ہی کو خطرے میں ڈالنا ہے۔ دوسرے سطر سطر پر اپنے اشہبِ قلم کو ادب کی زمام میں باندھنا بھی ضروری ہے اور اگر تحقیق میں ذرہ برابر بھی نقص اور کمی رہ گئی تو لعنت پر مبنی خطوط کا تانتا بندھنا یقینی امر ہے۔ یہ کام وہی کرسکتا ہے جسے اپنے اور اپنی تحقیق پر پورا بھروسا ہو۔ موصوف کے یہ جملے کہ ”فقیر کو ان کے ماخذ تک رسائی نہیں ہوسکی۔ آپ حضرات مطلع ہوں تو اس فقیر کو بھی آگاہ فرمائیں۔“ ان کی وسعتِ ظرفی اور کشادہ قلبی کا ثبوت فراہم کررہے ہیں۔

تبصرہ کے لیے اس بار فخرِ صحافت مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب کی مایہ ناز کتاب ”شہرِ خموشاں کے چراغ“ کا انتخاب کیا گیا ہے۔ اس سے پہلے علیمی صاحب اس کتاب پر ”حملہ آور تبصرہ“ فرما کر دل کا غبار نکال چکے ہیں۔ مولانا ساجد صاحب نے اس کے برخلاف اس کتاب پر ”دفاعی تبصرہ“ تحریر فرمایا ہے، جس میں حتی الامکان علیمی صاحب کی طومار بیانی اور ان کے ذہنی خلجان کو دور کرنے کی کوششیں کی گئی ہیں، فکر میں بالیدگی قرطاس وقلم کی اولین شرط ہے۔ اللہ نے انھیں قلمی قوت عطا فرمائی ہے تو اسے سنیت کے فروغ اور دین کی نصرت وحمایت کے لیے استعمال کرنا چاہیے۔ اس طرح کی تحریر لکھ کر قرطاس وقلم کی حرمت کو پامال کرنا ٹھیک نہیں ہے۔ علیمی صاحب کی ایسی ہی گل افشانیاں دیکھ کر سیف الدین اصدق برملا یہ کہہ گئے کہ علیمی صاحب کے تبصرے کی مثال اس نوکر کی طرح ہے جو مالک سے ویرانیِ گلستاں کا شکوہ بھی کرتا ہے اور باقی سب ٹھیک ہے کہہ کر مذاق بھی اڑاتا ہے۔ آصف رضا مرادآبادی نے اچھا تعاقب کیا ہے۔ کہیں کہیں تیکھے جملے بھی رقم ہو گئے ہیں۔ مثل مشہور ہے: ”جیسی کرنی ویسی بھرنی۔“

فقط محمد عابد چشتی، جامعہ صمدیہ، پھپھوند شریف، اوریا

گستاخانِ رسول کی ایک اور ناپاک سعی

مدیرِ اعلیٰ جناب مولانا مبارک حسین مصباحی صاحب قبلہ

سلام ورحمت

جنوری کا ماہ نامہ اشرفیہ مطالعہ کی میز پر ہے۔ رسالے کے تمام مشمولات خوب سے خوب تر ہیں اور قارئین کے دلوں میں علم و حکمت کی شمع فروزی کے لیے خاصا سامان لیے ہوئے ہیں۔ خصوصاً آپ کا غیر جانب دارانہ اداریہ ”اصل مسئلہ دہشت گردی کی حمایت کا ہے“ آپ کی گہری بصیرت اور حق کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ نے جس خوب صورت پیرائے میں دہشت گردوں کی حمایت کرنے والوں کی نقاب کشائی کی ہے اگر اسی طرح اربابِ علم و دانش نے سنجیدگی سے اس معاملے کو لیا تو انشاء اللہ دنیا پر آشکارا ہو جائے گا کہ اسلام کو جتنا نقصان وہابی ازم کے علم بردار شدت پسند طابان سے ہوا، وہ غیروں کے نقصان سے کہیں زیادہ ہے۔

مسائل و مباحث میں مولانا انور علی نظامی مصباحی کا مضمون فقہی نظر سے۔ فکر امروز کے کالم میں مولانا اسحاق مصباحی صاحب قرآن و حدیث کے معانی و مفاہیم کو توڑ مروڑ کر پیش کرنے والوں کے خلاف برسرِ پیکار نظر آئے۔ مولانا کی اس بات سے مجھے اتفاق ہے کہ عقلیت پسندی کی بنیاد پر عقائدِ اسلام کی تشریح اسلامی روح کے منافی ہے۔

علامہ محمد احمد مصباحی مدظلہ کا مضمون ماہ نامہ اشرفیہ کی زینت بنانے پر ہم آپ کی بصیرت کی داد دیتے ہیں۔ بلا شبہہ شیخ الجامعہ نے مدارس کے تعلق سے جو تابندہ نقوش دیے ہیں، اربابِ حل و عقد کو سنجیدگی سے انھیں اپنانے کی ضرورت ہے۔ پروفیسر فاروق احمد صدیقی اسلام کے تئیں بدگمانی رکھنے والی ذہنیت کا قلع قمع کرتے ہوئے چمنِ اشرفیہ میں وارد ہوئے۔ بلا شبہہ بموں سے خود کو اڑا کر جہاد کا نام دینے والوں کے لیے آپ کا مضمون تازیانۂ عبرت ہے۔

مولانا محمد طفیل احمد مصباحی نے یہودی قوم کی امن مخالف

پالیسیوں کو ماضی و حال کے تناظر میں اجاگر کرتے ہوئے یہودی ذہنیت کے تار و پود کو بکھیر کر رکھ دیا ہے جس کے لیے مولانا موصوف کو مبارک باد دینے کو جی چاہتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ اسلام مخالف سرگرمیوں میں صیہونیت پسند استعماری طاقتوں کا بے پناہ عمل دخل رہا ہے، لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ آج مسلم حکمرانوں کی عیش کوشی، وہابی ازم کے علم بردار شدت پسند طالبان اور امتِ مسلمہ کی تساہل پسندی نے اسلام مخالف طاقتوں کو اسلام کے خلاف ہرزہ سرائی کو پورا پورا موقع دیا ہے، جس کی وجہ سے اسلام مخالف سرگرمیوں میں مزید شدت پیدا ہو گئی ہے۔

یہ اسلام دشمنی ہی کا شاخسانہ ہے کہ اسلام جیسے مہذب اور امن پسند مذہب اور انسانیت نوازی کے علم بردار سیدِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف زہر افشانی کے واقعات رونما ہوتے رہتے ہیں تو صیہونی طاقتیں جمہوریت کے نفاذ کا بہانہ بنا کر اسلامی ممالک پر قبضہ و تسلط جما کر مسلمانوں کا خون پانی کی طرح بہا رہی ہیں شدت پسند عناصر صیہونی آقاؤں کے اشاروں پر ڈنمارک اور اس کے ہم نوا یورپین ممالک میں اظہارِ رائے کی آزادی کا بہانہ بنا کر اسلام دشمنی کا ثبوت مصطفیٰ جانِ رحمت صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے کارٹون اور فلم کی صورت میں پیش کرتے ہیں اور اب تو گنگا جمنی تہذیب کے حامل ہندوستان جیسے جمہوریت پسند ملک میں باہمی ہم آہنگی کے تار و پود بکھیرنے اور مسلمانوں کو ان کے مقاصدِ اصلی سے منحرف کرنے کے لیے شدت پسند افراد تحریر و تقریر کے ذریعہ حضور صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف بے بنیاد باتیں کرتے ہیں جس سے اپنے خبثِ باطل کی تسکین محسوس کرتے ہیں، جس کی تازہ ترین مثال ممبئی میں لکھی جانے والی کتاب ''اے کانسپٹ آف پولیٹیکل ورلڈن ویژن بائی مسلمس'' اور روہیل کھنڈ یونیورسٹی کے انگریزی نصاب ایم. اے. میں شامل ''ہیئر ایر پورٹ'' نامی کتاب ہے جس میں اسلام اور پیغمبرِ اسلام کے صاف و شفاف چہرے پر کیچڑ اچھالنے کی ناپاک سعی کی گئی ہے۔ یہ اور بات ہے کہ اول الذکر کتاب پر ممبئی ہائی کورٹ نے پابندی عائد کر دی ہے جب کہ موخر الذکر کتاب کے خلاف ملک گیر احتجاج کے باوجود تادمِ تحریر کوئی مثبت کارروائی منظرِ عام پر نہیں آئی۔

سوال یہ ہے کہ شدت پسند افراد ملک میں تخریبی کارروائی کے لیے اسلام اور مسلمانوں کے زخموں پر تحریر و تقریر کے ذریعہ نمک پاشی کریں اور اس کے جواب میں ہندوستانی عدلیہ کا صرف ان کی کتابوں پر پابندی عائد کر دینا مسلمانوں کے زخموں کا مداوا ہو جانے کے لیے کافی ہے؟ کیا ملک میں تخریبی ذہنیت کے افراد کی بیخ کنی کرنے کے لیے یہ عمل کافی ہے؟ اگر نہیں، تو صرف اتنے پر اکتفا کیوں؟

اخیر میں مسلم ممبرانِ پارلیمنٹ سے یہ پوچھتا ہوں کہ کیا آپ قوم سے کیے ہوئے اس وعدے کو فراموش کر بیٹھے ہیں جس کی بنیاد پر آپ قوم کے ملی اور سماجی مسائل کو حل کرنے کے لیے پارلیمنٹ تک پہنچے مگر آپ کی شانِ بے نیازی کا یہ حال ہے کہ اپنے ذاتی اختلافات کی بنیاد پر پورے ملک میں شعلہ بیانی سے کہرام بپا کر دیں لیکن دینی حمیت کا حال ہے کہ بعد از خدا بزرگ سیدِ عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے خلاف زہر افشانی کی جائے اور آپ مصلحت پسندی کی خاطر مہر بلب رہیں۔ کیا آپ کو اسلام کی بقا اور تحفظ سے دل چسپی نہیں؟ اگر ہے، اور ضرور ہے تو جلد از جلد تحفظ عصمت رسول صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا قانون پارلیمنٹ میں منظور کرائیں، جس کی رو سے گستاخانِ رسول کو عبرت ناک سزا دی جائے۔ فقط

محمد عارف حسین مصباحی، بہرائچ

مسلم قیادت کے مضمحل ڈھانچے کو از سرِ نو مستحکم کیا جائے

جناب ایڈیٹر صاحب　　　　سلام مسنون

سچر کمیشن رپورٹ کے بعد رنگاناتھ مشرا کمیشن کی رپورٹ سے مسلمانوں کی ہمہ جہت سماجی پس ماندگی ایک بار پھر عیاں ہو چکی ہے۔ پارلیمنٹ اور میڈیا میں مشرا کمیشن رپورٹ کی سفارشات پر عمل در آمد اور ان کے نفاذ کے مسئلہ کو لے کر بحثیں بھی ہو رہی ہیں۔ مسلم لیڈر حکومت سے ان سفارشات کے نفاذ کے خواہاں ہیں اور اربابِ صحافت، میڈیا کے سہارے حکومت پر دباؤ بنائے رکھنے کی پر زور وکالت کر رہے ہیں۔

میری ناقص رائے میں علمائے کرام اور مسلم دانش ور اپنے اپنے حلقۂ اثر میں متحد اور مضبوط سیاسی پلیٹ فارم قائم کریں اور اسلام اور مسلمانوں کی حمایت کا ایسا آوازہ بلند کریں کہ اس کی دھمک پارلیمنٹ کے ایوانوں تک سنائی دے اور حکومت مسلم مسائل کو حل کرنے پر مجبور ہو جائے۔

سیاسی بکھراؤ، قوتِ ارادی کا فقدان اور ملی قیادت کا عدم استحکام ہی کسی بھی مسئلہ کو لاینحل کرنے کا اصل سبب ہے۔ لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ مسلم قیادت کے مضمحل ڈھانچے کو از سرِ نو مستحکم کیا جائے۔ علمائے اہلِ سنت اب گوشہ نشینی کو ترک کر دیں۔ دین و ملت کے بے شمار مسائل انھیں چیخ چیخ کر آواز دے رہے ہیں۔

فقط　　آفتاب عالم مصباحی، مالدہ، مغربی بنگال